

شہادۂ محبت

Muzaffar Ahmad
Dustan-ul-Aloam
Muhammad Abad Radhwa

حضرت شاہ
عبد اللطیف بہائی
رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

۵۱۱۰۲
۶۱۴۱۹
۵۱۱۶۵
۶۱۴۵۲

۵۰۶/۲ ای، ناظم آباد، کراچی، (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ادارہ مسعود



شاہ مجتبیٰ

حضرت شاہ عبداللطیف مہٹائی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۶۵ھ
۶۱۷۵۲

تا

۱۱۰۲ھ
۶۱۶۸۹



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پرنسپل، گورنمنٹ سائنس کالج
سکرند (ضلع نوابشاہ) سندھ

ادارہ مسعودیہ
۱۱۶۵ھ / ۱۱۰۲ھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۶۱۹۹۶

مصنف _____ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کتاب _____ شاعرِ محبت

اشاعت _____ دوام

طباعت _____ ۱۳۹۸ھ / ۱۹۹۶ء

تعداد _____ تین ہزار

قیمت _____ روپے

ناشر _____ ادارہ مسعودیہ

مشمولات

حرفِ اول _____ ۳

حیاتِ لطیف _____ ۶

شاعرِ محبت _____ ۱۳

ملنے کے پتے

ادارہ مسعودیہ : ۲/۶ - ۵ ای ناظم آباد - کراچی

منظہری پبلیکیشنز : A/۲۶۰۶ بی - آئی - بی کالونی کراچی فون ۴۹۴۰۵۳۱

المختار پبلیکیشنز : ۲۵ جاپان مینشن رضا چوک (ریگل) صدر کراچی

مکتبہ رضویہ _____ آرام باغ روڈ، کراچی

مکتبہ غوثیہ : سبزی منڈی کراچی فون نمبر ۴۹۴۳۳۴۸

ادارہ مسعودیہ _____ بسینٹ ۱۱ انشر روڈ لاہور

مکتبہ قادریہ : جامع نظامیہ رضویہ انڈرون لوہاری گیٹ - لاہور

حرفِ اول

۱۹۴۸ء میں راقمِ دہلی سے حیدرآباد آیا اور سندھ کی فضاؤں کو حضرت
شاہ عبد اللطیف بھٹائی علیہ الرحمہ کے نغموں سے معمور پایا، سندھی زبان نہ جاننے کے باوجود
ان نغموں نے دل کو متاثر کیا، بس ہے ع

دل سے جربات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے

۱۹۵۸ء میں شاہ صاحب پریڈاکٹر سارے کی انگریزی تصنیف مطالعہ کرنے کا اتفاق
ہوا۔۔۔۔۔ اس کے بعد چند اور چیزیں دیکھیں اور شاہ صاحب سے قلبی نگاڑ
پیدا ہو گیا۔۔۔۔۔ ۱۹۶۳ء میں آل پاکستان اسلامک اسٹڈیز کانفرنس (منعقدہ
سندھ یونیورسٹی) کے مندوبین کے ہمراہ مزار مبارک پر بھٹ شاہ حاضر ہوا اور اس کو فیض سے
مملو پایا۔۔۔۔۔ پھر ایک عرصے تک شاہ صاحب کے نغموں کی گونج دل کو گدگداتی رہی
۔۔۔۔۔ نومبر ۱۹۶۴ء میں علاقہ تھریارکر (سندھ) کے شہر مٹھی میں تبادلہ ہو گیا اور جنوری
۱۹۶۸ء تک وہاں قیام رہا، شاہ صاحب نے اپنے دیوان (رسالو) میں اس علاقے کے گیت
گائے ہیں، غالباً اسی نسبت خاص کی وجہ سے دل پھر متوجہ ہوا۔۔۔۔۔ حسن اتفاق
اسی زمانے میں شاہ صاحب کے سندھی دیوان کا اردو منظوم ترجمہ (مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۶۳ء)
سامنے آ گیا، یہ ترجمہ سندھ یونیورسٹی کے موجودہ وائس چانسلر جناب شیخ ایاز نے کیا ہے، اس ترجمہ

نے مقالہ مذکور کی کتابی صورت میں اشاعت کی طرف متوجہ کیا اور ساتھ ہی فرمائش کی کہ اس مقالے میں شاہ صاحب کے مختصر حالات زندگی شامل کر دیئے جائیں چنانچہ سرسری مقالہ کے بعد ”حیات لطیف“ کے عنوان سے مختصر حالات کا اضافہ کر دیا گیا ہے، اب یہ مقالہ جدید اصنافوں کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ موفی تعالیٰ ناظم مکتبہ رضویہ گجرات کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ اس کی طباعت و اشاعت کا اہتمام فرما رہے ہیں۔ آمین!

احقر محمد مسعود احمد

گورنمنٹ سائنس کالج

سکرندہ (ضلع نواب شاہ، سندھ)

یکم ربیع الاول ۱۳۹۸ھ / ۹ فروری ۱۹۶۸ء

حیاتِ لطیف

اے کہ تو کہ از نامِ تومی بارد عشق = از نامہ و پیغامِ تومی بارد عشق
عاشق شود آنگہے کہ بکویت گزرد = آرے زور و بامِ تومی بارد عشق

(۱)

آنے والے آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ بہت سے جانے کے لئے آتے ہیں

بہت سے آنے کے لئے آتے ہیں۔ تو وہ آنے والا جو جانے کے لئے

نہیں آنے کے لئے آیا، اس کا نام نامی عبداللطیف تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

وہ خاندانِ سادات کا چشم و چراغ تھا۔ اس کے اجداد ایران سے پاکستان

آئے درویش شاہراہ پر واقع سندھ کے مشہور شہر ہالا کے مضافات میں آباد ہو گئے

کچھ عرصہ بعد یہ خاندان ہالا سے کچھ دور میٹاری سٹیشن منتقل ہو گیا۔

میٹاری سندھ کا ایک شہر ہے۔ یہیں پر تحریکِ پاکستان کے ممتاز قائد حضرت پیر

غلام محمد سرہندی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اجداد
تھے۔ مرحوم کے والد ماجد حضرت آغا عبدالعلیم المعروف بہ حضرت حاجی آغا علیہ الرحمہ اور

جد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم المعروف بہ حضرت آغا علیہ الرحمہ کے مزارات بھی یہاں ایک جگہ میں

ہیں۔ یہ تہ سندھ کے مثالی قبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ حضرت شاہ

ضیاء الحق علیہ الرحمہ المعروف حضرت شہید کے فرزند تھے اور وہ صاحبِ عمدۃ المقامات حضرت

شاہ فضل اللہ علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

” شاہ صاحب کے قلب مبارک پر سارے عالم کا علم اس طرح

لکھا ہوا تھا جیسے تختی پر لکھا ہوا ہو۔“

(بحوالہ کلیان اڈوانی: شاہ جو رسالو، کراچی، ص ۳)

بلاشبہ علم باطن ہاتھ آجائے تو انسان وہ کام کر جاتا ہے جو علماء ظاہر کے وہم و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب انہیں علماء باطن میں تھے جو آئی ہوتے ہوئے محیر العقول کام کر گئے۔

ان کا سندھی دیوان (رسالو) اسرار و معارف کا خزینہ ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر و حضر میں شاہ صاحب کے پاس قرآن کریم، مثنوی مولانا روم اور حضرت شاہ عبدالکریم علیہ الرحمہ کا دیوان رہتا تھا۔

(۲)

شاہ صاحب مجاز سے حقیقت تک پہنچے۔ ابتدائی جوانی میں وہ سندھ کے

ایک امیر مرزا مغل بیگ اور غوں کی لڑکی پر عاشق ہو گئے، مرزا ان کے والد ماجد کا معتقد تھا، ان کے پاس اس کا آنا جانا تھا، ایک مرتبہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمہ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور محبوب کی ایک جھلک دیکھتے ہی وارفتہ ہو گئے۔

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل

التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک عارف کامل حضرت خواجہ عبدالرحمن چچوڑی علیہ الرحمہ (م ۱۲۲۲ھ) نے صرف قرآن کریم پڑھا تھا، اس کے علاوہ لکھنا پڑھنا نہ سیکھ تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے دود و سلام سے متعلق عربی میں ایک حیرت انگیز کتاب پیش کی جس کا نام ہے:۔

مخبر عقول النحول فی بیان اوصاف عقل العقول

یہ کتاب مجموعہ صلوات الرسول کے نام سے مشہور ہے، اس میں تیس ابواب ہیں اور دو جلدوں پر مشتمل ہے جو پڑھنے سے انگشت بدندان رہ جاتے ہیں بیشک علم باطن کی یہ ایک محیر العقول کرامت ہے،

مسعود

ایک مدت ذائقہ محبوب میں باویر پمائی کی — سندھ، گجرات، راجستھان کے
 مختلف شہروں میں گھومتے رہے — ایک عرصے بعد اسی لڑکی سے شاہ صاحب کی
 شادی ہوگئی لیکن اب وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچ چکے تھے —
 گاہ بچیدمی بردگاہ بزوری کشد
 عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب

عالم بخودی سے عالم خودی میں قدم رکھا، رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا اور شہزادوں
 نشہ کام سیراب ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ وہ ہر ایک دل والے کو اپنی
 اولاد سمجھتے تھے، ان کا ارشاد تھا — اور کیسا پیارا ارشاد!

جن کے دل تیر عشق سے گھائل ہیں وہ سب کے سب

ہماری اولاد ہیں۔ (کلیان اڈوانی: شاہ محمد رسالہ، ص ۵)

شاہ صاحب کا مستقل مستقر ایک ریت کا ٹیلہ (بھٹ) تھا

شاہ صاحب طبعاً گرفتار مکان نہ تھے، سارا جہاں ان کا مکان تھا —

دل پر قطرہ ہے ساز انا البحر

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

شاہ صاحب نے خانہ بدوشانہ زندگی بسر کی — جسم پر کفن، سر پر ٹوپی، ہاتھ میں

عصا اور ایک کشتول فقیری — یہ تھا شاہ صاحب کا سارا اثاثہ —

(۳)

معاصرین علماء و فقہاء سے شاہ صاحب کے تعلقات تھے۔ آیام جوانی میں حضرت

شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھوک شریف حاضر ہوتے رہے، حضرت شاہ

عنایت کی شہادت کے وقت شاہ صاحب ۳۱ سال کے تھے — اس طرح سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ مجددیہ کے عالم و عارف حضرت خواجہ سعید محمد زماں علیہ الرحمہ (لوارمی شریف سندھ) کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ شاہ صاحب آپ سے بہت متاثر تھے اور بڑی عقیدت رکھتے تھے چنانچہ آپ کی منقبت میں شاہ صاحب کا ایک شعر ملتا ہے جس کا ترجمہ ہے:-

میں نے ان کو دیکھا ہے جنہوں نے محبوب کو دیکھا ہے ،

میں ان کے متعلق کیا بتاؤں ؟ کچھ نہیں بتا سکتا کہ

ان کی شان کیا ہے ؟

(کلیان اڈوانی : شاہ جو رسالہ ، ص ۱۰)

سندھ کے مشہور عالم حضرت مخدوم محمد معین نقوی علیہ الرحمہ (ٹھٹھہ) سے شاہ صاحب کے تعلقات تھے۔ شاہ صاحب کی فرمائش پر موصوف نے رسالہ اولیٰیہ تصنیف فرمایا مخدوم دین محمد صدیقی علیہ الرحمہ دیہون شریف) سے بھی شاہ صاحب کے گہرے مراسم تھے چنانچہ شاہ صاحب کئی بار دیہون شریف حاضر ہوئے۔

(۴)

شاہ صاحب علیہ الرحمہ ۱۱۰۲ھ / ۱۶۸۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۵ھ /

۱۸۰۸ء سے

مذابے — حضرت خواجہ موصوف کے خلیفہ حضرت حاجی احمد مستقی علیہ الرحمہ (۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء) تھے جن کا مزار مبارک سکرنند سے ۱۵ میل مغرب کی جانب موضع قاضی احمد میں واقع ہے۔

آپ کے خلیفہ حضرت شاہ حسین علیہ الرحمہ (۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء) تھے اور ان کے خلیفہ حضرت

سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ (۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) حضرت سید صاحب موصوف علیہ الرحمہ کے جانشین

و خلیفہ حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ (۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) سے راقم کے والد ماجد اور

مرشد طریقت حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد منبر اللہ علیہ الرحمہ (۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) بیعت تھے۔

مسعود

۱۵۲ء کو ۶۳ سال کی عمر میں حیدرآباد سندھ کے شمال میں تقریباً ۳۲ میل دور بھٹ شاہ میں وصال فرمایا۔ وہ سماع کے دلدادہ تھے، وصال سے قبل مسلسل تین روز تک سماع سے محفوظ ہوئے اور بالآخر اس

عالم کیف و سرور میں محبوب حقیقی سے واصل ہوئے۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز سے

بہر بہار گل از زیر گل بر آرد سر

گلے برنت کہ ناید بصد بہار و گر

وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے لیکن دل سے اوجھل نہیں ہوئے۔ وہ دل میں بسے ہوئے ہیں

اور دل ان کے عطرِ محبت میں بسا ہوا ہے، ان کی یاد تاقیامت دلوں کو گراتی رہے گی، بان سے

دل میں رہ دل میں کہ محارِ قضا سے اب تک

ایسا محبوب، مکان اور بنایا نہ گیا!

شاہ صاحب کا مزار مبارک بھٹ شاہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ میاں غلام شاہ کھوڑا

نے ۱۵۲۷ء میں اس پر ایک شاندار گنبد بنوایا، بعد میں میر نصیر خاں نے مقبرہ از مسجد کی ضروری مرمت

کرائی، حکومت پاکستان نے بھی بہت سے قابل ذکر اضافے کئے ہیں۔ شاہ صاحب کا عرس مبارک سال

میں دو مرتبہ ہوتا ہے، ۹ ذی الحجہ اور ۱۱ صفر کو یہ دونوں عرس تین دن جاری رہتے ہیں۔

(۵)

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمہ نے نغمہ عشق و محبت الایا، ان کے اشعار اٹھائے گئے

سینوں سے لگائے گئے، دلوں میں بٹھائے گئے۔ ان کا ہر شعر نشان عشق بن کر ان مٹ ہو گیا، بیشک

در معرکہ دو کون فتح از عشق است

انہوں نے مولانا جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی کی طرح مقامی قصوں اور

محبت کی دلکش داستانوں کو موضوع سخن بنایا اور ان کے پردے میں معرفت کے دقیق مسائل

اس طرح حل کر دیئے کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ جو درد محبت سے آشنا تھے انہوں نے

ہدایت پائی۔ جن کی باطن تک رسائی تھی۔ انہوں نے طلاوت پائی۔

شاہِ محبت

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے ایک عظیم انسان تھے اور ایک عظیم شاعر۔۔۔ ان کی دھڑکن، کائنات کی دھڑکن تھی اور ان کی آواز فطرت کی آواز۔۔۔ خود فرماتے ہیں:-

مری آیات پر معنی کی کیا بات
شگفتہ صورتِ آیاتِ قرآن
دلِ انساں پہ کھلتے جا رہے ہیں
رموزِ معرفت، اسرارِ عرفاں

(سر سبھی، ص ۵۰)

ان کی آنکھیں اشکِ محبت سے نم تھیں اور دل سوزِ محبت سے بے چین۔۔۔

اللہ ہستی شاعر

قلبِ غنچہ کا آنکھِ شبِ نم کی

ان کا کلام شروع سے آخر تک پڑھا۔۔۔ پورے کلام پر محبت چھانی ہوئی ہے

کیا بتاؤں کہ اس میں کیا کیا ہے؟

محبت کی باتیں۔۔۔ فراق کی باتیں۔۔۔ دصال کی باتیں۔۔۔ جمالِ یار کی

باتیں۔۔۔ عاشقِ دل نگار کی باتیں۔۔۔ میٹھی میٹھی باتیں۔۔۔

بیشک وہ محفل کائنات میں ساغرِ محبت لے کر آئے تھے۔۔۔ ہزاروں تشنہ کاموں کو پلا کر غم جہاں سے آزاد کر دیا اور اس کا سچا بندہ بنا دیا جس کی بندگی پر شاہی قربان ہو۔۔۔ لیکن حیف اب اس شرابِ محبت کے پینے والے ہی نہ رہے۔۔۔

وہ بلا نوش مر گئے آخر
آزمائے گی اب شراب کسے؟

(سٹرٹین کلیان، ص ۸)

شاہ صاحب کا دامنِ مراد موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔ وہ لٹانے آئے تھے وہ نامرادوں کے لئے مرادیں لے کر آئے تھے۔۔۔ لیکن افسوس ہم نے ان موتیوں سے منہ موڑ لیا اور لنگڑوں کی طرف پکے نگے۔۔۔ دیکھو دیکھو وہ کس حسرت سے کہہ رہے ہیں۔۔۔

گرچہ موتی ہیں میری جھولی میں
تیرا معیار ہی نرالا ہے
کہ یہ بے قدر ہیں ترے آگے
سنگ ریزوں کا بوا، بالابے

(سٹر سیریاگ، ص ۲۵)

ذرا ان اشعار کو پڑھو اور درجہ کے فکری نشیب و فراز کو دیکھو۔۔۔ پھر فکر لطیف کی بلندیوں کو دیکھو۔۔۔ شاہ کی آواز دل کی آواز معلوم ہوگی اور دل بے ساختہ پکار اٹھے گا۔۔۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

شاہ صاحب کا پیغام، پیغامِ محبت تھا۔۔۔ محبت ہی محبت۔۔۔

وہ محبت جو مست و بیخود بنا کر آغاز و انجام سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے :-

عاشقی ہے صفائے قلب و نظر
کیسا آسن از اور کیا انجام !

دستر سخی، ص ۱۵۰۹

دل پاک ہو جائے تو نظر پاک ہو جاتی ہے اور نظر پاک ہو جانے تو پیکر خاکی چمک اٹتا ہے اور ہر شے حسین معلوم ہونے لگتی ہے۔ جمال حقیقی اپنے زخ سے نقاب انقباض ایک نئی بہار آتی ہے۔ ایک نیا نکھار آتا ہے :-

بہار بے خزاں جذبِ محبت
حسین جب تک ہے دل ہر شے حسین ہے

دستر حسینی، ص ۱۳۵

اور اس شعر میں شاہ صاحب نے ایک عجیب نفسیاتی نکتہ بیان فرما دیا ہے۔ اصل چیز آئینہ دل کی صفائی ہے کیونکہ یہی آئینہ محرم راز کائنات ہے۔ یہ روشن نہیں تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور یہ روشن ہے تو ہر سمت اجالا ہی اجالا ہے۔ کائنات میں اس کے دم قدم سے رونق ہے۔ دل نہیں تو کچھ نہیں۔ رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے انجن بے شمع ہے گر برقِ خرمن میں نہیں

دل کی بربادی کے اس دور میں ہزار مادی ترقیوں اور جسمانی آسائشوں کے باوجود رحیم تڑپ رہی ہیں۔ چاروں طرف حسن و جمال کے انبار لگے ہیں مگر کوئی شے حسین معلوم نہیں ہوتی کہ موت کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ تو پھر حسن و جمال کس بستی میں ہے؟ ہاں من کی بستی میں ہے۔ جب من آباد ہوتا ہے تو دنیا آباد ہوتی ہے اور جب من برباد ہوتا ہے تو ہر شے ویران نظر آتی ہے اور جب اس کا سہاگ لٹتا ہے

تو عالم ماتم کدہ بن جاتا ہے۔

محبت دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر کسی رہنما کی ضرورت نہیں رہتی ———
 جذبہ محبت خود رہنمائی کرتا ہے ——— وہ خود پیشوا ہے ——— وہ خود قافلہ
 سالار ہے ———

جادوہ پیمائے معرفت کئے

عشق ہوتا ہے رہبرِ کامل

(سرسہنی ص ۲۹۱)

اور

فکر طوفان نہ رغبتِ ساحل

عشق ہے ناخدائے سرمستی

(سرسہنی ص ۲۹۵)

اور

رات دن تیری جستجو مجھ کو

رہبرِ جذبہ محبت ہے

(سرسہنی ص ۲۲۶)

اللہ، اللہ ——— راہبر بھی محبت ——— راہ بھی محبت اور منزل بھی محبت

محبت برتر از بیم ورجا ہے

محبت آپ اپنا مدعا ہے

(سرسہنی ص ۲۳۶)

شعۃ محبت جب بھڑک اٹھتا ہے تو جلتا ہی رہتا ہے ——— گو کبھی کبھی بظاہر

بجھتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر بجھتا نہیں۔۔۔۔۔ چنگاریاں دہی رہتی ہیں۔۔۔۔۔ یقین نہ آئے تو اہلِ محبت اور اہلِ ایمان کی روح پرور سیرتوں کا مطالعہ کرو۔۔۔۔۔ لیکن نفس کی آگ جب بھڑکتی ہے تو تباہ و برباد کر کے بچھ جاتی ہے۔۔۔۔۔ اس کا یہی شیوہ ہے۔۔۔۔۔ اس کے مقدر میں موت ہی موت ہے اور اس کی قسمت میں زندگی ہی زندگی۔۔۔۔۔ یہ جلا کر خاکستر کرتی ہے اور وہ جلا کر چمکا دیتی ہے۔۔۔۔۔ اس کی چمک پیامِ موت ہے اور اس کی چمک پیامِ حیات۔۔۔

دیکھو یہ شعلہٴ محبت ہے
جل کے بجھتا ہے، بجھ کے جلتا ہے

(سٹریمن کلیان، ص ۲۵)

محبت رہرو منزل کی پیاس ہے۔۔۔۔۔ یہ پیاس بھی عجیب پیاس ہے۔۔۔۔۔
بجھائے نہیں بجھتی اور لگائے نہیں لگتی۔۔۔۔۔
بجھائے گی اسے کیا بحرِ ہستی
محبت کی انوکھی تشنگی ہے

(سٹریٹسٹی، ص ۲۳۵)

محبت کا یہ کمال ہے کہ یہ ملاتی ہے۔۔۔۔۔ جدا نہیں کرتی۔۔۔۔۔ اس کی نظرت میں ملانا ہے۔۔۔۔۔ یہ طنے ملانے ہی کا نام ہے۔۔۔۔۔ اس کے دم سے نظام کائنات ہے۔۔۔۔۔ اس کے دم سے آبادیاں آباد ہیں۔۔۔۔۔ یہ ربط جاوداں ہے۔۔۔۔۔ یہ بہارِ بے خزاں ہے۔۔۔۔۔ یہ کارِ فرمائے جہاں ہے۔۔۔۔۔

تمنا ایک زنجیرِ محبت
محبت ایک ربطِ جاودانی

ڈسٹریبیوٹی، ص ۲۸۹

اور

چڑھایا جسے کسی نے رنگ ایسا
کہ سر تا پا بہار بے خزاں ہے

(سرخسینی، ص ۳۶۹)

”اللہ کا رنگ — اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے؟“ — یہ
قرآن کا چیلنج ہے — اللہ کا رنگ جب چڑھتا ہے تو سارے رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں
— حسن پر ایک نیا شباب آتا ہے — ایک نیا نکھار آتا ہے — لاینال
ولازدال — جس کو دیکھو کھینچا چلا آتا ہے — کوئی نفرت نہیں کرتا — سبھی محبت
کرتے ہیں — سبھی دل پچھا اور کرتے ہیں — لیکن دنیا کے رنگ جو اکی طرح اڑ جاتے
ہیں — ان کو قرار نہیں کہ دنیا کو قرار نہیں — وہ حتیٰ و قیوم ہے — ابدی و ازلی
— حضرت شاہ صاحب کو اس کائنات میں محبت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا — آسمان
کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو محبت — زمین پر نظریں جاتے ہیں تو محبت —
زمین میں بھی ازل سے کار فرما
محبت ہی محبت کا اثر ہے

(سردیسی، ص ۳۰۲)

زمین میں محبت کا اثر کیوں نہ ہو کہ اس کو خالق عشق و محبت نے بنایا ہے —
یہ اہل محبت کا مسکن ہے — یہ انبیاء علیہم السلام کی منزل ہے یہ پھولوں میں بسائی گئی
ہے — پھر کیوں نہ اس کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہو اور دل مسرور —
اے گل بہ تو خور سندم کہ تو بوسے کسے داری !
اس میں محبت کا بیج لویا ہے — نفرت کا بیج نہیں — انسان، انسان سے
نفرت کر سکتا ہے مگر زمین کسی سے نفرت نہیں کرتی — وہ اپنے مولیٰ کے حکم کے

تابع ہے۔۔۔ جس نے فرمایا ہے ”ہماری زمین تو بہت کثادہ ہے، اے انسانو! جب تم پریشان ہو کر توبے تکلف ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جایا کر دو۔۔۔ ہاں یہ زمین اس کی ہے اور وہ دوست و دشمن سب کو نوازتا ہے۔۔۔ کہ سرچشمہ عشق و محبت ہے۔۔۔ محبت دل عاشق ہے۔۔۔ محبت ناخدا ہے۔۔۔ محبت مدعا ہے۔۔۔ محبت شعلہ نروداں ہے۔۔۔ محبت تشنگی حیات ہے۔۔۔ محبت شراب حیات ہے۔۔۔ محبت بہار زندگی ہے۔۔۔ محبت فرمانروائے کائنات ہے۔۔۔ تو پھر آواز دو۔۔۔ ہاں محبت کو آواز دو۔۔۔ ہاں محبت کو آواز دو۔۔۔

مری خانہ ویرانیوں کی قسم ہے
کبھی آ بھی جا اے بہار محبت!

(دس کھبات، ص ۵۲)

۔۔۔ ہاں ساقی کو آواز دو۔۔۔

پلا تشنہ لب راہ گیروں کو ساقی!
پھپھا کر نہ دکھ یہ شراب محبت

(شرین کلیان، ص ۲۷)

۔۔۔ ہاں محبوب کو آواز دو۔۔۔

مرے محبوب ایک جام محبت
مجھے خود اپنے ہاتھوں سے پلا دے
قسم ہے مجھ کو اس تشنہ لبی کی
سرایا تشنہ الفت بنا دے!

دس کھبات، ص ۳

دل چاہتا ہے محبت کے سایہ میں زندگی گزاروں۔۔۔ دل چاہتا ہے جہان محبت

میں دن گزاروں — دل چاہتا ہے محبت کی چاندنی میں راتیں گزاروں —
 دل چاہتا ہے محبت کے پہلو میں سو جاؤں :-
 عمر بھر میں انہی کے پاس رہوں
 جن کی صحبت کہ عین راحت ہے

خیمہ ننگ ہو وہاں تن خاکی
 سایہ انگن جہاں محبت ہے
 (سرزمین کلیان ص ۴۳)

ذرا کائنات کی طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھو — زمین کی وسعتوں میں نور محبت —
 دریا کی گہرائیوں میں نور محبت — آسمان کی پہنائیوں میں نور محبت — فرش پر نور
 — عرش پر نور — نور ہی نور جس کو دیکھو شہید محبت — یہ دنیا
 ہے یا گنج شہیداں ہے؟ — شاہ کی بلندی بگرو نظر تو دیکھو! — کائنات
 پر چھا رہے ہیں :-

بحر و بر ہی پہ کچھ نہیں موقوف
 ساری دنیا ہے حسن سے معمور

کار فرما سے اسے مرے محبوب
 فرش سے تا بہ عرش تیرا نور

عرصہ دارو گیر ہے دنیا
 ذرہ ذرہ ہے پیرد منصور

(سرزمین کلیان ص ۵۱۴)

مگر یہ نور محبت وہی پاسکتا ہے جس نے خود کو پالیا ہو — خدا شناسی کی دلیل یہ
 ہے کہ انسان خود شناس ہو — اور خدا شناس نہیں تو پھر وہ بت گرو بت فروش

ہے۔۔۔۔۔ شاہ صاحب نے معرفت الہی کا یہ عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے:-

خود شناسی، خدا شناسی ہے
ورنہ ہستی، صنم تراشی ہے

(سرکسٹی، ص ۲۲۲)

اور جس کو خدا سے محبت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس کو صرف خدا ہی سے محبت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور اسی ایک محبت کی نسبت سے کائنات کے ذرے ذرے سے محبت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ مگر اس نسبت کے بغیر اس کو کسی سے محبت نہیں ہوتی حتیٰ کہ نہ اپنے مال و دولت سے اور نہ اپنے بال بچوں سے:-

ایک ہی دل ہو، ایک ہی دل بر
عاشقی ایک بار ہوتی ہے!

(سر حسین، ص ۳۹۰)

یہ بڑی اونچی بات ہے۔۔۔۔۔ بڑی بلند بات ہے۔۔۔۔۔ یہ عاشقوں کی بات ہے۔۔۔۔۔ یہ بات ان دیوانوں کی ہے جن پر خود فرزاگی رشک کرتی ہے۔

جب وہ نظروں میں سما جاتا ہے تو ہر چیز پیش نظر آتی ہے۔۔۔۔۔ یہ دنیا ایک تماشا معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس کی نفرتیں۔۔۔۔۔ اس کی عداوتیں۔۔۔۔۔ اس کی محبتیں۔۔۔۔۔ فریب نظر معلوم ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ انسان زمین کی لپٹیوں سے بند ہو کر آسمان کی رفعتوں میں پہنچ جاتا ہے۔۔۔۔۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

فریب نظر ہے یہ دو دن کی دنیا
وہی ابتدا ہے وہی انتہا ہے

جو سمجھے اسے جو محمد کو مانے

یہ سمجھو کہ اس کا بھلا ہو گیا ہے

(سر لورڈ، ص ۱۶۲)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم — یہ خدا کا نور ہیں — یہ دل کا سرور ہیں —
یہ آسمان رسالت کے آفتاب ہیں — یہ جہان نبوت کے ماہتاب ہیں —
نبیوں نے خدا کا پتا بتایا — انہوں نے جینا سکھایا — انہوں نے مرنا سکھایا —
انہوں نے زمین کے پرستاروں کو خدا کا پرستار بنایا — انہوں نے نفرت میں
دوبے ہوئے دلوں کو گہوارہ عشق و محبت اور سرچشمہ علم و حکمت بنایا — انہوں نے
دلوں کو روشن کیا — آنکھوں کو بینا کیا — جو دنیا دوزخ بن گئی تھی، اس کو جنت
بنایا — اُو اُو کہ دنیا پھر دوزخ بن رہی ہے — پھر وہیں چلو — پھر دلوں کو روشن
کرو — دیکھو دیکھو شاہ صاحب نو مسافر مدینہ سے کیا کہہ رہے ہیں — سنو سنو!
بہ فرط شوق اپنے چشم و دل کو
غبارِ منزلِ جاناں بنانا

نظر آئے تجھے جب نور احمد
تو اس کو اپنی رگ رگ میں سمانا

(سُر ڈھر، ص ۴۰۲)

جب تک عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کو نہیں جگمگاتا — ہمارے
دل ویران رہیں گے — ہماری آنکھیں محروم بصارت رہیں گی — ہم ہزار طمان
دینا نظر آئیں مگر حقیقت میں نابینا ہی رہیں گے — عقل وہی عقل ہے اور حکمت وہی
حکمت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی — تو پھر اسی طرف لوٹ چلو!

خدا اور رسول کی محبت کا یہ اعجاز ہے کہ دل ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہو جاتا ہے
من و تو کا فرق مٹ جاتا ہے — اور ہر ایک سے محبت کرنے کو جی
چاہتا ہے۔

شارہ صاحب نے اس ایک مختصر مصرع میں جہان معنی سمودیا ہے
شوق ہجرت نویدِ رحمت ہے

(سررامکلی، ص ۱۳۶)

محبت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ دل کا سب میل کچیل دھو ڈالتی ہیں

اور دل کو کندن بنا کر چمکا دیتی ہیں

مٹا دیتی ہے زنگارِ کدورت

محبت کی نگاہِ محمدانہ

(سر مٹوکل زانو، ص ۳۷۰)

پھر سب اپنے ہی نظر آتے ہیں کوئی غیر معلوم نہیں ہوتا

سب سے محبت کرنے کو جی چاہتا ہے

وہ سپیدی ہو یا سیاہی ہو

مجھے دونوں ہی سے محبت ہے

میرے پیارے تری حضورِ میں

نہ کوئی رنگ ہے نہ صورت

(سر آسا، ص ۷۹)

اور

فطرتِ حسن، حسنِ فطرت ہے

نہ کوئی رنگ ہے، نہ صورت ہے

(سر کھا، بوڑھی، ص ۱۵۳)

اس حقیقت کو پرکھنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت دیکھئے۔

ان کے چاہنے والوں اور عاشقوں کی سوانح پڑھیئے اور پھر دیکھئے کہ کس طرح

نگاہِ محبت نے دلوں کے میل کچیل صاف کئے! —
 ہمارا حال یہ ہے کہ نفرت و عداوت سے خود اپنے دل خراب ہیں اور
 کے دل تو کیا صاف کریں گے! — اسی لئے شاہ صاحب کس جلالِ عارفانہ کے
 ساتھ فرما رہے ہیں۔

خنجر "لا" کو ابد ار تو کر
 اپنی حیوانیت پہ وار تو کر

(سُرْمَعْدُورِی ص ۲۷۱)

اس شعر میں عجب نکتہ بیان فرمایا ہے — آپ فرماتے ہیں —
 پہلے اس عزم کو جواں تو کر لو کہ اللہ کے سوا کسی سے دل نہیں لگانا — کسی
 کے آگے نہیں جھکنا — کسی کی پرستش نہیں کرنی — کسی پر فخر نہیں کرنا —
 اور پھر اس عزم جواں کو لے کر ہر اس خیال کو نیست و نابود کر دو اور ہر اس فکر کو ملیا میٹ
 کر دو جس نے تمہیں محبت و انسانیت سے محروم کر کے حیوان بنا دیا — خدا کی بندگی سے
 ہٹا کر سنگ و خشت کا بندہ بنا دیا — تم اپنے ایمان و یقین سے اپنے اوپر قابو پا لو،
 جس نے خود پر قابو پا لیا، اس نے جہان پر قابو پا لیا اور جو خوبے قابو ہو گیا اس نے سب کچھ
 کھو دیا — اللہ اللہ شاہ صاحب نے کتنا عظیم پیغام دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں — خدا کو خدا سمجھو — اُس ایک سے
 محبت کرو — اُسی پر فخر کرو — ہائے ہم کیا کہہ رہے ہیں! — اس فکر کا انجام بھی
 دیکھ چکے، اور اُس فکر کا انجام بھی دیکھ لیا — تاریخ نے سب کچھ دکھا دیا — شاہ صاحب
 نے جو کچھ فرمایا تھا حرف بحرف صحیح ثابت ہوا کہ اُن کی آواز فطرت کی آواز تھی —
 سنو، سنو، شاہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

جن کی روحیں تمہیں آشنا نے اُست

وحدتِ حق کے راز دار ہوئے
اور جو محوِ ماسوا ہی رہے،
اپنے ادھام کے شکار ہوئے

(سرسختی، ص ۵۰۶)

سنو سنو قرآن کیا کہہ رہا ہے :-

”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے بلیا میٹ کر دیں کہ وہ ستم گارتھیں، تو اب وہ اپنی
چھتوں پر ڈھی پڑی ہیں، اور کتنے ہی کنوئیں اور پلاسٹر کئے ہوئے محل بیکار و بے آباد
پڑے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں؟ کیا ان کے دل نہیں (جس سے
ان عبرتناک آثار کو) سمجھتے؟ کیا ان کے کان نہیں کہ (ان آثار کی داستانِ نعم) سنتے؟
حقیقت یہ ہے کہ انسان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر جو دل ہیں
وہ اندھے ہوتے ہیں۔“ (سورۃ الحج، آیت نمبر ۴۶)

شاہ صاحب ان لوگوں سے دور رہنے کی تلقین فرماتے ہیں جو محبت کے ادانشاس
نہیں۔۔۔۔۔ خود بہرتی نے جن کو اندھا کر دیا ہے۔۔۔۔۔ جو محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔
جن کی نگاہیں تنگ۔۔۔۔۔ جن کے سینے تنگ۔۔۔۔۔ جن کے دل تنگ۔۔۔۔۔ جو سمندروں
سے کناروں پر لاتے ہیں۔۔۔۔۔ جو آسمان سے زمین پر لاتے ہیں :-

خود بہرتوں سے دور ہی رہنا
دل اگر مائلِ حقیقت ہے
وسعتِ بکر ہے ترا مقصود
ان کناروں سے کیوں محبت؟

(سرکارِ ایل، ص ۴۴۴)

پھر فرماتے ہیں :-

زیرِ گرداب ہے جہاں تیرا
ان کناروں سے تیرا کیا ناطہ؟

(سرکارِ ایل، ص ۴۴۳)

کیوں کہ
یہ تو زاغ و زغن کا مسکن ہیں

(سرکارِ ایل، ص ۴۴۲)

وہ محدود انسان کو بے کراں ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کو قید مکان پسند
نہیں۔۔۔۔۔ وہ انسان کو قیدی دیکھنا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔ وہ اس کو دریا کی موجوں
کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو ہزار پابندی کے باوجود کناروں سے نکلے پڑتی ہیں۔۔۔

دیکھے تو کوئی جوشِ تمنائے محبت
پابندی ساحل نہیں موجوں کو گوارا

(سر سنجی، ص ۴۸۹)

انسان فطرتاً آزاد ہے۔۔۔۔۔ مگر کبھی کبھی جب قلب و نظر پر پردے پڑ جاتے
ہیں تو اس کو قید بھلی گئے لگتی ہے۔۔۔۔۔ وہ جغرافیائی حدود میں رہ کر سکون پاتا ہے۔۔۔۔۔
لیکن شاہ صاحب اس آزاد فطرت انسان کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ چاہتے
ہیں کہ اس کے سینے میں سارا عالم سما جائے کیونکہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔۔۔۔۔ جو سارے عالم
پر چھایا ہوا ہے۔۔۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

انسان کانوں سے نہیں، آنکھوں سے بنتا ہے۔۔۔۔۔ اس کو مثالی سیرتوں کی ضرورت
ہے۔۔۔۔۔ جب تک یہ مثالی نہ ہوں گی، وہ نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔ اس لئے قرآن حکیم

اور استغراق کا عالم دکھاتے ہوئے کہتے ہیں :-

کوئی دل میں نہیں خدا کے سوا
کشش ماسوا سے ہیں آزاد

(سہ حرنی، ص ۱۴۲)

انسان دنیا میں آتا ہے — ہر چیز اپنی طرف کھینچتی ہوئی معلوم ہوتی ہے
اپنی ذات، آل و اولاد، مال و دولت، ملک و وطن، تہذیب و ثقافت —
لیکن شاہ صاحب کے نزدیک وہ خدا کا سچا بندہ نہیں جو خدا کو چھوڑ کر کسی اور طرف
کھینچتا چلا جائے، بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ خدا کی ایسی محبت موجود دل سے سارے باطل
خداؤں کو مٹا کر رکھ دے :-

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی

ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

”کشش ماسوا“ بڑی معنی خیز ترکیب ہے — اس میں ہر اس چیز کی
کشش آگئی جو خدا سے غافل کر دے — بندگی کے لئے ان ساری کششوں سے
آزاد ہونا شرط اول ہے — اہل دنیا اور اہل محبت کی زندگیوں میں سب سے بڑا فرق
یہی ہے کہ وہ ”کشش ماسوا“ میں گرفتار ہیں اور یہ کشش ماسوا“ سے آزاد — گونا
آزادی اور غلامی میں جو فرق ہے وہی ان دونوں کی زندگیوں میں فرق ہے — اور یہ بہت
بڑا فرق ہے — اسی پر قوموں کی موت اور زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں —
جب انسان کا دل ”کشش ماسوا“ سے آزاد ہو جاتا ہے — تو عقل و خرد پر
حسنِ ازل چھا جاتا ہے — بغض و عناد، نفرت و عداوت کی آگ بجھ جاتی ہے اور جہنم
جنت بن جاتی ہے :-

ان کو عرفانِ حریت ہے
وہ محبت کے گیت گاتے ہیں

(دررُزما مکی، ص ۱۱۲)

وہ نفرت کی بات نہیں کرتے — صرف محبت کی بات کرتے ہیں —
وہ کسی کی جان نہیں لیتے — وہ دوسروں کے لئے اپنی جانیں پنچھا اور کر دیتے ہیں —
وہ بڑے عالی حوصلہ ہوتے ہیں — وہ بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں — وہ
بڑے عالی مزاج و باوقار ہوتے ہیں :-

بہر عنوان تمنائے محبت

بہر صورت جنونِ سرفروشی

لطیف ان عاشقوں کی جانتاری

لطیف ان عاشقوں کی گرمجوشی !

(دررُکلیان، ص ۱۰)

ان کی زبان شکوہ شکایت سے پاک ہوتی ہے — وہ نہیں جانتے کہ شکایت
کسے کہتے ہیں — وہ نہ خود شاکہ ہیں، نہ دوسروں کو شکایت پر ابھارتے ہیں —
وہ غم روزگار سے بے نیاز ہیں :-

جنہیں تیری محبت کی لگن ہے

انہیں شکوہ نہیں رنج و بلا کا

(دررُکلیان، ص ۱۲)

اللہ اللہ یہ وہ لوگ ہیں ان کا مبارک سایہ جس پر پڑ جائے — غم جہاں سے
آزاد ہو جائے اور صرف اللہ کا ہو جائے :-

دہروانِ طریقِ عشقِ دونا
جادواں ان کا سایہ مسود

(سُرینِ کلیان، ص ۲۹)

لیکن بہت کم ہیں جو ان راہوں پر چلتے ہیں۔۔۔ یہ راہ نہایت کٹھن ہے۔۔۔
اس پر چلنا آسان نہیں۔۔۔ بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔۔۔ بڑے حوصلے
کی ضرورت ہے۔۔۔ بڑی سمائی کی ضرورت ہے۔۔۔ بلندی نگر و خیال اور رفعت
قلب و نظر کی ضرورت ہے۔۔۔ دنیا طلب، پست ہمت، نفرت پیشہ، فقر
پرور، اس پر نہیں چل سکتے۔۔۔ اس لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔۔۔

ڈر گئے شعلہٴ محبت سے ؛
آگ سے دور ہی رہے اکثر
حیف صد حیف دھو کنی والو!
کون کہتا ہے تم کو آہن گر ؟

(سُرینِ کلیان ص ۲۵)

آہن گر اور لوہار وہی ہے، جو آگ میں کھیتا ہے۔۔۔ جو آگ سے
ڈرتا ہے وہ لوہار نہیں ہو سکتا۔۔۔ جو محبت سے بھاگتا ہے، وہ انسان نہیں ہو
سکتا۔۔۔ خوب کہا ہے۔۔۔

لطیف اس کو وفا کیا راس آئے
جو فکرِ ماسوا میں ڈوب جائے

(سُر سنسی، ص ۲۴۰)

سُحان اللہ، سبحان اللہ! اے شاہ تیرے فرمان جاؤں تو ہم کو زمین کی پستیوں سے
آسمان کی بلندیوں تک لے گیا اور ہمدوشِ ثریا بنا دیا۔

اے بزرگوا — اے ملت کے سہارو! — اور ہاں اے جوانو!
 اے ملت کی بہارو! — آؤ، آؤ — دیکھو دیکھو شاہ صاحب
 کیا کہہ رہے ہیں؟ — چراغِ محبت دے رہے ہیں — ہاں بڑھو —
 اٹھاؤ — اٹھو، — چلو — چلے چلو — سارے عالم اسلام کو راستہ دکھاؤ
 — اندھیرا ہو رہا ہے — فضا میں جگمگاؤ — محبت کی دھوم مچاؤ،
 نسیم سُحری بن کر چھا جاؤ — کلیاں سو رہی ہیں — جگاؤ — فضا میں مہکاؤ!

تیرا مسک غمِ محبت ہے
 اپنے مسک کا پاساں ہو جا!

(سُرِ بِلَاوَل، ص ۱۷۳)

اود

تو امینِ غمِ محبت ہے
 بے نیازِ غمِ جہاں ہو جا!

(سُرِ سُرِ رِ اَک، ص ۲۰۴)

